





میر انیس

(۱۸۰۴ء-۱۸۷۳ء)

میر انیس کا اصل نام سید بر علی اور تخلص انیس تھا۔ آپ فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ فارسی اور عربی اپنے والد میر خلیق سے پڑھی۔ دیگر مروجہ علوم فیض آباد کے ایک عالم میر نجف علی سے حاصل کیے۔ حصول تعلیم کے ساتھ ساتھ شہسواری اور سپہ گری کے فن بھی سیکھے۔ میر انیس موزوں طبع تھے۔ ان کے خاندان کے اکثر لوگ شعر کہتے تھے۔ فیض آباد کے جس ماحول میں میر انیس پروان چڑھے، اس میں ہر طرف شاعری کا چرچا تھا۔ اس ادبی فضا نے میر انیس کے طبعی رجحان کو جلا بخشی اور وہ بچپن ہی سے شعر کہنے لگے۔ کبھی کبھی والد کے ساتھ لکھنؤ کے مشاعروں میں بھی شریک ہوتے تھے۔ اس کے بعد لکھنؤ آ گئے۔

میر انیس ایک بلند پایہ مرثیہ نگار تھے۔ ان کے مرثیوں میں سوز و گداز، کردار نگاری، جذبات نگاری اور منظر کشی کے بے مثال نمونے ملتے ہیں، جو ان کی قادر الکلامی کی دلیل ہیں۔ انھوں نے واقعات و جذبات کے نہایت خوب صورت مرقعے پیش کیے ہیں۔ مرثیہ پڑھنے کا انداز ایسا تھا کہ سماں باندھ دیتے تھے۔ اردو کے معروف محقق حافظ محمود شیرانی کے بقول: ”وہ اقلیم مرثیہ گوئی کے شہنشاہ تھے۔“ میر صاحب بہت پُر گو تھے۔ انھوں نے متعدد مرثیے لکھ ڈالے اور کوئی مرثیہ ڈیڑھ سو، دو سو بند سے کم کا نہ ہوگا، لیکن باوجود پُر گوئی کے، ان کے کلام میں کہیں ابتذال یا عامیانہ پن نہیں آنے پایا۔

یہ نظم ان کے ایک طویل مرثیے کا حصہ ہے، جو ان کے تخیل، منظر نگاری اور لفظی تصویر کاری کی عمدہ مثال ہے۔

ان کے کچھ مرثیے انتخابِ مرثیہ انیس کے نام سے مجلسِ ترقیِ ادب لاہور سے اور انیس کے مرثیے (دو جلدیں، مرتبہ: صالحہ عابد حسین)، رباعیاتِ انیس اور انیس کے سلام نامی کتب بھارت سے شائع ہو چکی ہیں۔

میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت

تدریسی مقاصد

- ۱۔ میرانیس کے مقام و مرتبے اور شاعری کی صنفِ مرثیہ کا تعارف کرانا۔
- ۲۔ میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت اور جغرافیائی صورتِ حال سے طلبہ کو آگاہ کرنا۔
- ۳۔ میرانیس کی قادر الکلامی سے طلبہ و طالبات کو آگاہ کرنا۔
- ۴۔ مسدس کی ہیئت سے متعارف کرانا۔
- ۵۔ نظم میں منظر نگاری کے عنصر سے آگاہ کرنا۔
- ۶۔ واقعہ کربلا، اسلامی تاریخ کا نہایت دردناک اور اہم ترین واقعہ ہے۔ طلبہ کو واقعہ کربلا کے حقائق اور خانوادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت سے آگاہ کرنا۔
- ۷۔ طلبہ کو استعارہ اور مجازِ مرسل سے آگاہ کرنا۔

گرمی کا روزِ جنگ کی ، کیوں کر کروں بیاں
ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں
وہ لُو کہ الخذر ، وہ حرارت کہ الاماں
رن کی زمیں تو سرخ تھی اور زرد آسماں

آپِ خشک کو خلقِ ترستی تھی خاک پر
گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر

وہ لُو ، وہ آفتاب کی جدّت ، وہ تاب و تب
کالا تھا رنگ دھوپ سے دن کا مثالِ شب
خود نہرِ علقمہ کے بھی سُوکھے ہوئے تھے لب
خیمے جو تھے جبابوں کے ، پتے تھے سب کے سب

اُڑتی تھی خاک ، خشک تھا چشمہ حیات کا
گھولا ہوا تھا دھوپ سے پانی فُرات کا



سُرخی اُڑی تھی پھولوں سے ، سبزی گیہا سے
پانی کنوؤں میں اُترا تھا سائے کی چاہ سے

گرمی یہ تھی کہ زیت سے دل سب کے سرد تھے
پتے بھی مثلِ چہرہ مدقوقِ زرد تھے

گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر
بُھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

پانی تھا آگ ، گرمی روزِ حساب تھی
ماہی جو سیخِ موج تک آئی، کباب تھی

(کلیاتِ میرانیس)

جھیلوں سے چارپائے نہ اٹھتے تھے تا بہ شام
مسکن میں مچھلیوں کے سمندر کا تھا مقام
آہو جو کاہلے تھے تو چیتے سیاہ فام
پتھر پکھل کے رہ گئے تھے مثلِ مومِ خام

کوسوں کسی شجر میں نہ گل تھے ، نہ برگ و بار
ایک ایک نخلِ جل رہا تھا صورتِ چنار
ہنتا تھا کوئی گل نہ لہکتا تھا سبزہ زار
کانٹا ہوئی تھی سوکھ کے ہر شاخِ بار دار

شیر اُٹھتے تھے نہ دھوپ کے مارے کچھار سے
آہو نہ مُنھ نکالتے تھے سبزہ زار سے
آئینہ مہر کا تھا مَلَدَرِ غبار سے
گردوں کو تپ چڑھی تھی زمیں کے بُوخار سے

گرداب پر تھا شعلہٗ بَوالہ کا گُماں
انگارے تھے حباب تو پانی شررِ فشاں
منہ سے نکل پڑی تھی ہر اک موج کی زباں
تہ پر تھے سب نہنگ ، مگر تھی لبوں پہ جاں

مشق

- ۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:
- (الف) میر انیس نے پہلے بند میں زبان کو کس چیز سے تشبیہ دی ہے؟
- (ب) دوسرے بند میں نہر کے ”لب“ سے کیا مراد ہے؟
- (ج) شاعر کے بیان کے مطابق دریائے فرات کے پانی پر دھوپ کا کیا اثر ہوا؟
- (د) شاعری میں میر انیس کی وجہ شہرت کیا ہے؟
- (ه) بیت کے اعتبار سے اس نظم (میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت) کو کیا کہیں گے؟
- ۲۔ نظم ”میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت“ کا متن مد نظر رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:
- (الف) ”میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت“ کس شاعر کی تخلیق ہے؟
- (i) مرزا دبیر (ii) میر انیس
- (iii) مولوی میر حسن (iv) میر خلیق
- (ب) نظم ”میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت“ صنفِ سخن کے لحاظ سے کیا ہے؟
- (i) آزاد نظم (ii) قصیدہ
- (iii) شہر آشوب (iv) مرثیہ
- (ج) شاعر گرمی کی شدت کا ذکر کرتے ہوئے لرزاں ہے کہ:
- (i) زبان مثل شمع نہ جل اٹھے (ii) خود اس شدت کا شکار نہ ہو جائے
- (iii) بیان سے قاصر ہے (iv) مبالغہ نہ ہو جائے
- (د) رن کی زمیں سرخ تھی اور آسماں تھا:
- (i) سبز (ii) نیلا
- (iii) زرد (iv) سرخ
- (ه) زمین پر خلقِ خدا کس چیز کو ترس رہی تھی؟
- (i) پانی کو (ii) آبِ خنک کو
- (iii) ٹھنڈی ہوا کو (iv) بادل کے سائے کو
- (و) دن کے مثالِ شب سیاہ ہونے کی وجہ کیا تھی؟
- (i) آفتاب کی حدت (ii) دھوپ
- (iii) تپش (iv) لُ



(ز) نہنگوں پر گرمی کا کیا اثر تھا؟

- (i) پسینے چھوٹ رہے تھے
(ii) بے ہوش تھے
(iii) جان لبوں پر تھی
(iv) ہانپ رہے تھے

۳۔ ”میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت“ میں جان داروں کا ذکر آیا ہے، ان کے ناموں کی فہرست تیار کیجیے۔

۴۔ درج ذیل الفاظ کے مترادف لکھیے:

آفتاب، مسکن، شجر، آہو، گرداب، ماہی

۵۔ نظم کے آخری بند کی تشریح کیجیے۔

۶۔ قوسین میں دیے گئے الفاظ سے درست لفظ کا انتخاب کر کے خالی جگہ پُر کیجیے:

- (الف) پتھر پکھل کر ہو گئے تھے۔ (راکھ، خاک، موم)
(ب) مُسدس کا ہر بند مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ (دو، تین، چھ)
(ج) گرمی کی شدت سے پتوں کا رنگ ہو گیا۔ (زرد، سیاہ، سُرخ)
(د) شاعر نے درخت کے جلنے کو سے تشبیہ دی ہے۔ (کوئلے، لکڑی، چنار)
(ه) سے سورج کا چہرہ دھندلا گیا تھا۔ (غبار، بخار، گرمی)

۷۔ مندرجہ ذیل الفاظ اور تراکیب کو جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:
مثلاً شمع، الاماں، تاب و تب، چشمہ حیات، برگ و بار، مدقوق، مضطرب، شرفشاں، مَلکَدَر، سرگرمیاں

استعارہ:

استعارہ کے لفظی معنی ادھار لینا کے ہیں۔ علم بیان کی اصطلاح میں جب ہم کسی چیز کے معنی مستعار لے کر دوسری چیز کے لیے استعمال کرتے ہیں تو اسے استعارہ کہتے ہیں۔ جیسے:

ماں نے کہا ”میرا چاند سکول سے آ گیا ہے۔“

باپ نے کہا ”میرا بیٹا رستم ہے۔“

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے۔

ان جملوں میں بچے کو چاند، بیٹے کو رستم اور بہادر انسان کو شیر کہا گیا ہے یعنی چاند، رستم اور شیر کے الفاظ مستعار لے کر

بچے، بیٹے اور بہادر انسان کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔

ارکانِ استعارہ:

۱۔ مستعار لہ: جس کے لیے لفظ مستعار لیا جائے۔ اوپر کی مثالوں میں بچہ، بیٹا اور بہادر انسان (شاعر کا اشارہ حضرت عباسؓ بن علیؓ کی طرف ہے) مستعار لہ ہیں۔

۲۔ مستعار منہ: جس سے لفظ ادھار لیا جائے۔ یہاں چاند، رستم اور شیر مستعار منہ ہیں۔

۳۔ وجہ جامع: مستعار لہ اور مستعار منہ کے مابین مشترک صفت کو وجہ جامع کہا جاتا ہے۔ اوپر کی مثالوں میں خوب صورتی اور بہادری وجہ جامع ہیں۔ مستعار لہ اور مستعار منہ میں تشبیہ کا تعلق ہوتا ہے۔

استعارے میں مستعار لہ حقیقی نہیں، بلکہ مجازی معنی دیتا ہے۔

آپ کسی ایک نظم سے استعارے تلاش کر کے لکھیے۔

مجازِ مرسل:

اگر کسی لفظ کو حقیقی کی بجائے مجازی (غیر حقیقی) معنوں میں استعمال کیا جائے اور دونوں میں تشبیہ کے علاوہ کوئی اور تعلق ہو تو وہ مجازِ مرسل کہلاتا ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں:

(الف) انسان کی زندگی چار دن کی ہے۔

اس میں جزو بول کر گل مراد لی گئی ہے۔

(ب) حکیم صاحب نے نبض پر ہاتھ رکھ کر مرض کی تشخیص کر دی۔

یہاں گل بول کر جزو مراد لی گئی ہے۔ (نبض پر ہاتھ نہیں، تین انگلیاں رکھی جاتی ہیں)

(ج) برسے گا آج خوب دھواں دھارا بر ہے

یہاں سبب (ابر) بول کر مسبب (پانی) مراد لیا گیا ہے۔

(د) مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں

یہاں آلہ (زبان) بول کر وہ چیز (بولی) مراد لی گئی ہے جس کے لیے یہ آلہ بنایا گیا ہے۔

۸۔ اس نظم میں سے تشبیہ، استعارہ اور مجازِ مرسل الگ کر کے لکھیں۔

۹۔ درج ذیل الفاظ کے متضاد لکھیے:

روز، آفتاب، کائنات، حیات، سیاہ، سبزہ زار، شرفشاں



- ۱۰۔ نظم کو غور سے پڑھیں اور ہر بند کے قافیے لکھیں:
- | | | | | |
|-------|------|-------|--------|-------|
| (الف) | بیاں | زباں | الاماں | آسماں |
| (ب) | تب | | | |
| (ج) | شام | | | |
| (د) | بار | | | |
| (ه) | گماں | | | |

سرگرمیاں

- ۱۔ میرانپس کی نظم کی خوبیاں کاپی میں نوٹ کریں۔
- ۲۔ اس نظم کی روشنی میں گرمی کی شدت پر مختصر مضمون لکھ کر استاد صاحب کو دکھائیں۔
- ۳۔ میرانپس نے جو تشبیہات استعمال کی ہیں، ان کی فہرست تیار کریں اور انہیں جملوں میں استعمال کریں۔

اساتذہ کرام کے لیے

- ۱۔ مرثیہ نگاری کا مختصر تعارف کراتے ہوئے طلبہ کو بتایا جائے کہ اس کی ابتدا عربوں نے کی۔
- ۲۔ طلبہ پر واضح کیا جائے کہ میرانپس کے ہاں مبالغہ آرائی موجود ہے۔
- ۳۔ طلبہ کو بتایا جائے کہ مسدس نظم میں ہر بند چھ مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔
- ۴۔ مولانا حالی کی مسدس سے ایک بند پڑھ کر طلبہ کو سنایا جائے۔
- ۵۔ مرثیے کی وضاحت کرتے ہوئے مختصراً قصیدے کا ذکر کر کے فرق واضح کیا جائے۔
- ۶۔ طلبہ کو میرانپس ہی کا ایک مرثیہ ”میدانِ کربلا میں صبح کا منظر“ بھی پڑھ کر سنایا جائے۔